فیض احمد فیض کی پنجابی شاعری

واصف لطیف، شعبۂ اُردو/ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

In general Faiz Ahmad Faiz is known as a most popular urdu poet. There is an interesting element of his literary personality that he has produced a quality work in Punjab Poetry. His seven punjabi poems show his love for his mother tongue and this small work in quantity has the same resistance element of thoughts like urdu poems.

فیض احمد فیض اُردو زبان کے عظیم شاعر، زبان و ادب کے ممتاز عالم، انگریزی کے نامور انشاء پرداز، صحافت کے مردِ میدان اور لینن انعام یافتہ تھے۔ وہ جہاں عالمی شہرت و مقبولیت سے سرفراز تھے وہاں ایک بھلے مانس اور عظیم انسان بھی تھے جس کے رگ و پے میں انسان دوستی سمائی ہوئی تھی۔ انتہائی صابر و شاکر انسان تھے۔ بہت سے شاعروں کو عمر کے آخری حصے میں جو شہرت ملتی ہے فیض ابتداء میں ہی اس شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئے۔

فیض احمد فیض کے شعری سرمایہ میں نقشِ فریادی، دستِ صبا، زنداں نامہ، دستِ تہِ سنگ، سرِ وادیِ سینا، شامِ شہریاراں، مرے دل مرے مسافر اور غُبارِ ایّام شامل ہیں جواب ''نسخہ ہائے وفا'' کی صورت میں دستیاب ہے۔ فیض کی شاعری پڑھنے اور پسند کرنے والے جانتے ہیں کہ اُن کا پنجابی کلام بھی ہے۔ اگر چہ وہ مقدار میں بہت کم ہے مگر انمول ہے۔ پنجابی کلام کے حوالے سے فیض احمد فیض نے اپنے ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا تھا:

> ''اساں فارسی اُردو دے ماحول وچ جوان ہوئے۔ فارسی اُردو وچ ای بہتا پڑھیا۔ نکیاں ہندیاں پنڈ وچ ہیر سُنی یاں ماہیے دے دو بول۔ ایس توں ودھ پنجابی بارے ساہنوں کجھ پتہ نہ لگیا۔ نالے اساں گلبرگاں تے۔ ماڈل ٹاؤناں وچ رہن والے پنجابی کیویں لکھ سکدے ساں۔ پنجابی لکھن لئی لوکاں وچ جانا پیندا اے۔ اوہناں دیاں آساں پیاساں دا سانجھی بننا پیندا اے جیویں شاہ حسین، بلھے شاہ تے وارث شاہ لوکاں وچ رہے تے اوہناں دیاں آساں پیاساں دے سانجھی بنے۔ اساں پنجابی وچ کیویں لکھ سکدے ساں۔''[۱]

مگر اس کے باوجود بھی فیض نے پنجابی میں طبع آزمائی کی۔ فیض کا پنجابی کلام ان کے دو مجموعوں میں ملتا ہے۔ ''شامِ شہرِ یاراں'' میں چار نظمیں اور ایک قطعہ جبکہ ''مرے دل مرے مسافر'' میں صرف دو نظمیں بعنوان ''ایک ترانہ'' (پنجابی

کسان کے لئی) اور ''ایک نغمہ'' (تارکین وطن کے لئی) ہیں۔ فیض کی یہ سات پنجابی نظمیں ان کا پنجاب دھرتی کا بیٹا ہونے اور پنجابی زبان کے ساتھ والہانہ محبت کا مونہہ بولتا ثبوت ہیں۔ انگریزی زبان کے ماہر اور اُردو زبان کے چوٹی کے شاعر کا پنجابی کلام صرف اور صرف مادری زبان سے محبت کی بنا پر ہی ہوسکتا ہے۔ ریاض الحسن اپنے مضمون ''فیض دی پنجابی شاعری'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ''ماں بولی بندے نالوں پوری حیاتی وچ کدے وکھ نہیں ہوسکدی۔ بوہتے غصے تے خوشی دی حالت وچ بندہ ہمیش اپنی ماں بولی نوں ای ورتدا اے۔''[۲]

بلاشبہ انسان انتہائی خوشی، شدتِ غم اور مایوسی کی حالت میں اپنے سب سے قریبی اور پیارے کو ہی مخاطب کر کے اپنے دل کا بوجھ کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس ضمن میں پنجابی شاعری یا ہندوستان جس میں پنجاب بھی شامل تھا، ہزار ہا سال پرانی تاریخ پر نظر ڈالی جاسکتی ہے۔ جب مرد کی جگہ عورت کو قبیلے کا سردار مانا جاتا تھا اور بچوں کی شناخت عورت کے نام سے ہوتی تھی حتیٰ کہ بچوں کے نام بھی عورت کے نام پر رکھے جاتے تھے۔ پنجابی شاعری میں صیغۂ تثنیث کا استعمال بھی شاید اسی مادری نظام کی دین ہے۔ شاہ حسین کی کافی کا مصرع ملاحظہ ہو:

ع　　مائے نی میں کیہنوں آکھاں درد وچھوڑے دا حال[۳]

یعنی ہر طرف سے دکھ میں گھرا انسان مصیبت کے وقت سب سے زیادہ چاہ کرنے والی ہستی اپنی ماں کو ہی یاد کرتا ہے بالکل اسی طرح جب کوئی شاعر اپنے دل کی بات اور جذبات کی صحیح ترجمانی کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی اپنی ماں بولی (مادری زبان) کا ہی سہارا لیتا ہے۔ فیض احمد فیض سے کسی صحافی نے ان کی پہلی پنجابی نظم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے یہ جواب دیا: ''اج مینوں لگا اے بھئی جیویں میں اپنے اصل ول پرت گیا واں۔''[۴] جبکہ انگلستان میں ایک صحافی خالد حسن سے بات چیت کرتے ہوئے فیض احمد فیض کہتے ہیں: ''شاعر نوں کسے زبان دے تابع نہیں ہونا چاہیدا بلکہ زبان نوں شاعر دے تابع ہونا چاہیدا اے۔''[۵] اور اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ان کی پنجابی نظمیں ہیں جن سے پنجابی زبان پر ان کی دسترس اور مہارت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

فیض کی اُردو شاعری میں ان کے سیاسی حالات اور قید و بند کی صعوبتوں کا جابجا ذکر ملتا ہے۔ پنجابی میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے:

میرے گہنے نیل ہتھ پیر دے
میری ڈولی شوہ دریا[۶]

فیض احمد فیض دردِ دل رکھنے والے انسان تھے۔ وہ شگفتہ مزاج اور شائستہ طبیعت کے مالک تھے۔ ان سے لوگوں کی حالتِ زار اور رنج و غم دیکھا نہ جاتا تھا۔ لوگوں کے دکھ درد اور جذبات کو الفاظ کا بانا پہناتے ہوئے وہ خود بھی کرب میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

آس اور امید فیض کی شاعری کا خاص موضوع ہے وہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ جبر کی سیاہ کالی رات کو کسی نہ کسی لمحہ ختم ہونا ہے۔ شاید وہ بھی اس ضرب المثل پر یقین رکھتے ہیں کہ ''اُمید پر دُنیا قائم ہے۔'' اسی بات کو فیض کی پنجابی نظم میں پنجابی زبان کے روایتی لطف اور چاشنی سمیت ملاحظہ کریں:

تیرے قول تے اساں وساہ کر کے
جھانجراں وانگ، زنجیراں چھنکائیاں نیں،
کدی کنّیں منددراں پائیاں نیں،
کدی پیریں بیڑیاں چائیاں نیں،
تیری تاہنگ وچ پَٹ دا ماس دے کے
اساں کاگ سدّے، اساں سنیہے گھلّے
رات مُکدی اے، یار آوندا اے
اسیں تکدے رہے ہزار وتّے ۷

اپنے مطلوب کی امید اور ملنے کی آس کا ایک اور خوبصورت منظر نامہ ملاحظہ کریں:

شام اڈیکاں، فجر اڈیکاں،
آکھیں تے ساری عمر اڈیکاں،
آنڈ گوانڈی دیوے بلدے
ربّا ساڈا چانن گھلدے ۸

پھر جب مطلوب کو پا لیتے ہیں تو ان الفاظ میں ربّ کا شکر بجا لاتے ہیں۔ شکر اور پُر اُمیدی کے ملے جلے الفاظ کچھ یوں ہیں:

فجر ہووے تے آکھیے بسم اللہ
اج دولتاں ساڈے گھر آئیاں نیں
جیہدے قول تے اساں وساہ کیتا
اوہنے اوڑک توڑ نبھائیاں نیں ۹

فیض نے اپنے اسلوب، لہجے کی مٹھاس، معاشرتی شعور اور چمکتی ہوئی شاعرانہ تصویر سے ایک زمانے تک لوگوں کو مسحور کیے رکھا۔ ''نقش فریادی'' سے لے کر ''غبارِ ایّام'' تک کم و بیش پچاس سالہ عرصہ میں فیض کی مقبولیت یکساں برقرار رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا قاری بھی ذوق وشوق کے ساتھ فیض کی شاعری کا مطالعہ کرتا ہے۔ فیض کے بارے میں آصف فاروقی "From Russia with Love for Faiz" میں لکھتے ہیں:

"Faiz was an epoch making poet one of the major urdu poets of the twentieth century as well as the voice of his times. His poetic voice was refined and lyrical expression of the centuries old tradition of urdu poetry that also added new dimensions to the tradition he inherited, thus modifying and enriching it." ۱۰

فیض کی پنجابی شاعری روایت اور جدیدیت کا حسین امتزاج ہے۔ پنجابی وسیب میں بیٹی کو رُخصت کرنا ایک مشکل کام اور اہم ذمہ داری ہے۔ سسرال میں درپیش آنے والی ذمہ داریوں کی بابت بابل ہمیشہ اس بات کے لئے فکر مند رہتا ہے کہ اس کے جگر گوشے کو کبھی کوئی آنچ نہ آئے۔ ''میری ڈولی شوہ دریا'' میں یہ جذبات نگاری دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ نظم استعارتاً سیلاب زدگان کے لئے امدادی فنڈ کے سلسلے میں لکھی گئی تھی۔

کل تائیں سانوں بابلا
توں رکھیا ہک نال لا
ست خیراں ساڈیاں منگیاں
جد جھلّی تتّی وا
اَج کیکن ویہڑیوں ٹوریا
کویں لاہے نی میرے چاء[۱۱]

فیض احمد فیض خود چاہے جیل میں بھی رہے مگر ان کے دل کی دُنیا آزاد تھی۔ اس آزاد دُنیا میں کسی کا راج نہیں کوئی غاصب نہیں ہے نہ ظالم ہے اور نہ ہی کسی کا استحصال ہوتا ہے۔ یہاں پر حکومت عوام پر مسلط نہیں ہے بس آزاد فضا آزاد لوگ ہیں۔ فیض کا عشق کوئے یار سے سوئے دار پر چڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔ ''زنداں نامہ'' کے دیباچہ میں میجر محمد اسحاق لکھتے ہیں:

> ''فیض کی جیل کی شاعری میں وطن کی محبت کے چشمے ہر طرف پھوٹ رہے ہیں۔ وہ جابجا اپنے دیس اور اس کے باسیوں کی خستہ حالی، قوم کی عزت و ناموس کی ارزانی، لوگوں کی ناداری، جہالت، بھوک اور غم کو دیکھ دیکھ کر بری طرح تڑپ رہے ہیں۔''[۱۲]

فیض احمد فیض پنجابی شاعری میں خستہ حال لوگوں کو ان کی اہمیت یاد دلاتے ہیں اور سر اُٹھا کر جینے کا حوصلہ فراہم کرتے ہیں:

جرنل، کرنل، صوبیدار
ڈپٹی، ڈی سی، تھانیدار
سارے تیرا دتا کھاون
توں جے نہ بیجیں، توں جے نہ گاہویں
بھکھے بھانے سب مرجاون
ایہہ چاکر توں سرکار[۱۳]

فیض احمد فیض روایتی محبوب کے زیادہ قائل نہیں تھے۔ وہ محبِّ وطن انسان تھے۔ ان کی وطن پرستی ان کی شاعری میں عیّاں ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر نعیم تقوی لکھتے ہیں: ''فیض محبوب سے زیادہ وطنیت سے عشق کے قائل نظر آتے ہیں۔ انھوں نے محبوب اور وطن کے حوالوں سے عشق کو انوکھے انداز سے پیش کیا ہے۔''[۱۴] اس طرح محبوب کی محبت،

وطن سے محبت، عوام سے محبت، بنی نوع انسان سے محبت گویا فیض محبت کو عبادت کے درجے تک لے جاتے ہیں۔ فیض اپنی پنجابی شاعری میں دیارِ غیر میں بسنے والوں کو وطن کی محبت اور وطن واپس لوٹ کر اپنے پیاروں سے ملنے کے لئے بھی اکساتے ہیں۔ نیلی بار کے لوک گیت کو موضوع نظم بنا کر بڑے ہی پیار کے ساتھ پردیسیوں سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

ٹِک رہوا تھائیں او یار
روزی دیوے گا سائیں
وطنے دیاں ٹھنڈیاں چھائیں
چھڈ غیراں دے محل چو محلے
اپنے ویہڑے دی رِیس نہ کائی
اپنی جھوک دیاں سنّے خیراں
بیباتس نے قدر نہ پائی ۱۵؎

درج بالا نظم میں فیض نے وطن دوستی اور وطن پرستی کا اظہار جس شدت سے کیا ہے وہ لائق تحسین ہے اور یقیناً پردیس میں بسنے والے اس نظم کو پڑھنے کے بعد کبھی بھی پردیس کاٹنے کو ترجیح نھیں دیں گے بلکہ اپنے وطن کی روکھی سوکھی کو قبول کرتے ہوئے اپنے پیاروں کے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ یہ خوبصورت خیال سلطان باہو کے ایک مصرعے میں ملاحظہ کریں:

ع شالا مسافر کوئی نہ تھیوے کَکھ جنہاں توں بھارے ہُو ۱۶؎

۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا اور ہزاروں فوجیوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ ان فوجیوں کی منتظر اور اشکبار آنکھوں کا حال فیض نے گیت کی شکل میں منظوم کیا ہے جو اصل میں ان ہزاروں مٹیاروں کی کوک و پکار اور فریاد ہے جن کے سروں کے تاج کو پامال کر دیا گیا۔

درد نہ دسّاں گُھلدی جاواں
راز نہ کھولاں مُکدی جاواں
کِس نوں دل دے داغ وکھاواں
کِس دَر اگے جھولی ڈھاواں ۱۷؎

فیض کے پنجابی کلام کی ایک اور خصوصیت خود شناسی کی پہچان کروانا ہے۔ وہ خود ذات کے جاٹ تھے اور جاٹوں کو ان کی قدر و قیمت، اہمیت اور معاشرے میں مقام یاد دلاتے ہوئے کہتے ہیں:

اُٹھ اُتانہہ نوں جٹّا
مردا کیوں جائیں
بھولیا توں جگ دا اَن داتا

تیری باندی دھرتی ماتا
توں جگ دا پالن ہار
تے مردا کیوں جائیں
اُٹھا تا نہہ نوں جٹّا ۱۸

پنجابی شاعری میں فیض احمد فیض صوفیاء کرام اور خاص طور پر بلھے شاہ سے متاثر نظر آتے ہیں۔ کیونکہ جب وہ مظلوم اور غریب طبقے کو پسا ہوا دیکھتے ہیں تو ان کی خود داری، بہادری اور ثابت قدمی کو بیدار کرتے ہوئے بڑے دبنگ لہجے میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

جے چڑھ آون فوجاں والے
توں وی چھویاں لمب کرالے
تراحق تری تلوار
تے مردا کیوں جائیں
دے اللہ ہودی مار ۱۹

اس دھرتی پر اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو اشرف الخلوقات اور اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ بقول فیض احمد فیض:

ربا سچیا توں تے آکھیا سی
جا اوئے بندیا جگ دا شاہ ہیں توں
ساڈیاں نعمتاں تیریاں دولتاں نیں،
ساڈا نیب تے عالیجاہ ہیں توں ۲۰

لیکن اس ''نائب'' یعنی حضرت انسان کو دھرتی پر زر اور مایہ کے ترازو میں تولا جانے لگ پڑا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان انسانیت کے مقام سے گر گیا۔ انسان روز بروز کمزور اکیلا اور تنہا ہونے کے ساتھ ساتھ درجہ بدرجہ مختلف طبقات میں بٹتا چلا گیا۔ فیض کی نظم ''ربا سچیا'' میں بھی انسان کی اسی حالتِ زار کا نوحہ اور اپنا کھویا ہوا وقار پھر سے حاصل کرنے کا ماتم ہے:

کدی سار وی لئی اُو ربّ سائیاں
تیرے شاہ نال جگ کیہہ کیتیاں نیں
چنگا شاہ بنایا ای ربّ سائیاں
پولے کھاندیاں وار نہ آوندی اے ۲۱

فیض نے اپنی شاعری کے لئے غزل ہو یا نظم جس بھی ذریعۂ اظہار کا انتخاب کیا اسے تمام تر شعری لوازمات اور تراکیب کے ساتھ بیان کیا اور کہیں بھی جھول یا مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا۔ جب وہ پنجابی لکھنے کے لئے قلم اٹھاتے ہیں تو ان کے اندر کا پنجابی جاٹ پنجابی لہجے اور مخصوص پنجابی وسیب کا جامہ اوڑھے اپنے آس پاس بَس

رہے پنجابیوں کی ایسی جذبات نگاری اور منظر نگاری کرتا ہے کہ پڑھنے والا پنجابی کے ٹھیٹھ خیالات کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے اور اسے مطلب تک رسائی بھی تبھی حاصل ہوتی ہے جب وہ اس بحرِ لامتناہی میں غوطہ زن ہوتا ہے۔فیض احمد فیض نے پنجابی زبان و ادب کی مخصوص تراکیب،ضرب الامثال اور محاورے کے استعمال سے اپنی پنجابی نظموں کو زینت بخشی ہے۔انھوں نے پنجابی کلچر کی مخصوص علامات وتمثیلات کو اپنے شعروں کا حصہ بنایا ہے۔

فیض احمد فیض نے پنجابی میں جو سات نظمیں تخلیق کی ہیں ان کو پنجاب کے ہزاروں سال پرانے نام ''سپت سندھو'' سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے کہ جس طرح کبھی سات دریا پنجاب کی دھرتی کو زرخیزی بخشتے تھے بالکل ویسے ہی ان سات نظموں نے بھی پنجابی زبان و ادب کو سیراب کیا ہے۔فیض جیسے بڑے اُردو شاعر نے پنجابی نظمیں لکھ کر نہ صرف اپنے پنجابی جاٹ ہونے کا ثبوت دیا بلکہ پنجابی زبان و ادب کو بھی امیرتا اور آفاقیت بخشی ہے۔

حواشی:

۱۔ تنویر ظہور،فیض اور پنجابی، لاہور: جمہوری پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء،ص: ۱۲۹۔۱۳۰

۲۔ ریاض الحسن،فیض دی پنجابی شاعری،مشمولہ: پطرس، لاہور: نیو ہاسٹل جی سی یونیورسٹی،۲۰۰۳ء،ص: ۱۷۸

۳۔ شاہ حسین، کلام شاہ حسین، مرتب: مقصود ثاقب، لاہور: سُچیت کتاب گھر،۲۰۰۳ء،ص: ۱۲۹

۴۔ ریاض الحسن،فیض دی پنجابی شاعری،مشمولہ: پطرس،ص: ۱۷۸

۵۔ ایضاً

۶۔ فیض،فیض احمد،نسخہ ہائے وفا، دہلی: فرید انٹر پرائنرز، ۱۹۹۷ء،ص: ۵۹۱

۷۔ ایضاً،ص: ۵۸۷

۸۔ ایضاً،ص: ۵۹۰

۹۔ ایضاً،ص: ۵۸۸

۱۰۔ اخبارِ اُردو، ماہنامہ، دسمبر، اسلام آباد: جلد ۲۴، شمارہ ۱۲، ۲۰۰۷ء،ص: ۹۶

۱۱۔ فیض، احمد فیض،نسخہ ہائے وفا،ص: ۵۹۱

۱۲۔ میجر محمد اسحاق، رُودادِ قفس،مشمولہ: نسخہ ہائے وفا، دہلی: فرید انٹر پرائزز، ۱۹۹۷ء،ص: ۲۲۲

۱۳۔ فیض، احمد فیض،نسخہ ہائے وفا،ص: ۶۸۲

۱۴۔ نعیم تقوی، پروفیسر، ڈاکٹر، تنقید وتعبیر، کراچی: غضنفر اکیڈمی، ۱۹۹۵ء،ص: ۲۹۳

۱۵۔ فیض،فیض احمد،نسخہ ہائے وفا،ص: ۶۸۷۔۶۸۸

۱۶۔ سلطان باہو، ابیاتِ باہو، مرتب: محمد شریف صابر، لاہور: سیّد اجمل حسین میموریل سوسائٹی، ۱۹۹۶ء، ص: ۳۸

۱۷۔ فیض، احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ص: ۵۸۹-۵۹۰

۱۸۔ ایضاً، ص: ۶۸۱

۱۹۔ ایضاً، ص: ۶۸۳

۲۰۔ ایضاً، ص: ۵۹۴

۲۱۔ ایضاً، ص: ۵۹۴-۵۹۵